1 جولائی 2014 فخرالدین کیفی

ابن صفی کے کردار / منظرنگاری

ناول اورافسانوں میں جہاں کہانی، الفاظ کا چناؤ، تکنک کے ساتھ ساتھ کلائمیکس، اینٹی کلائمیکس اور تجسس کی اہمیت ہے وہاں کردار نگاری اور منظر کشی بھی کچھ کم اہم نہیں۔ گرچہ کبھی کبھی کہانی کی ڈیمانڈ کی وجہ سے منظر نگاری کی اہمیت کم ہوسکتی ہے بلکہ یہ کہانی میں بوجھل پن بھی پیدا کردیتی ہے لیکن ایک اچھا مصنف مختصر ترین الفاظ میں منظر کشی کر کے نہ صرف بوجھل پن دور کردیتا ہے بلکہ کہانی کا حسن بھی بڑھا دیتا۔

اس ہی طرح کردار نگاری کی بھی اپنی اہمیت ہے اوراس کے لیئے مصنف کو کہانی اور کرداروں کی مناسبت سے طوالت سے کام لینا پڑتا ہے جس کے لیئے 500 سے لیکر 1200 صفحات تک اردو کے ناول نگار بروئے کار لاتے ہیں جن کی مثال ناول انور، شمیم سے لیکر علی پور کا ایلی تک میں ملتی ہے۔ لیکن 110 سے 125 صفحات تک محدود رہنے والے مصنف کے لیے یہ ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے کیوں کہ ابن صفی نے اپنے کئی ناولوں میں یہ کر کے دکھایا ہے اور وہ بھی اتنی کامیابی کے ساتھ کہ ہزاروں صفحات سے تخلیق پانے والے کرداروں کی بہ نسبت سوڈیڑھ صفحات والے کردار قارئین کے ذہنوں سے اس طرح چپک کر رہ گئے ہیں کہ زبان زدعام ہیں اور لطف یہ کہ یہ ان کرداروں کے علاوہ ہیں جنہیں عام فہم زبان میں ہیرو یا مرکزی کردار کہا جاتا ہے بلکہ کبھی کبھی تو یہ ثانوی ہی نہیں بلکہ منفی بھی ہوتے ہیں۔

ابن صفی کے ناولوں کی خصوصیت یہ ہے کہ چند خصوصی ناولوں کو چھوڑ کر عمران کے ناول 110 اور فریدی کے ناول 125 صفحات پر مشتمل رہے ہیں۔ ان کہانیوں کی تکنک ایسی جو کردار یا منظر نگاری کی بجائے تجسس اور کلائمکس کی زیادہ متقاضی رہی ہیں۔ اس پر ستم یہ بندش کہ محدود صفحات سے زیادہ نہ ہو

ساتھیوں کوقتل کردیتا ہے۔ جہاں عمران کے ہاتوں بھاری نقصان اٹھانے کے باوجود سنگ ہی اور تھریسیا طرح دے جاتے ہیں وہیں فرائض کی ادائیگی میں ان دونوں کو ہتھ کڑی پہنانے اور قانون کے حوالے کرنے کے باوجود ان کے جیل سے فرار ہونے پر عمران کو دکھ نہیں ہوتا۔

اختصار سے کام لینے کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم ابن صفی کی ایک اور خصوصیت کا ذکر نہ کریں کیونکہ وہ بھی بہت اہم ہیں۔ انہوں نے دونوں سیریز میں ایسی دو دنیاؤں کو تخلیق کیا ہے جو ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ ان میں موجود کلب، ہوٹل اور ریستوران اس طرح نظر آتے ہیں کہ معلوم ہو جاتا ہے یہ عمران سیریز کے ہیں یا جاسوسی دنیا کے۔ عمران اور فریدی دونوں اپنے اپنے ملکوں کے دارالحکومت میں رہتے ہیں اور ان کے قرب وجوار میں ٹیکم گڈھ، رام گڑھ، تارجام، شاداب نگر کے علاوہ جھیلیں، جنگل اور پہاڑی سلسے اس طرح سامنے آتے ہیں کہ پڑھنے والا اپنے آپ کو ان سے مانوس سمجھتا ہے۔۔ وہ نیاگرہ جیسے بڑے ہوٹل، ٹپ ٹاپ یا بائی سرکل نائٹ کلب، آرلکچھو بلکہ رائیفل کلب تک میں خود کو اجنبی محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے اس کا رات دن کا اٹھنا بیٹھنا ان ہی بڑے ہوٹلوں میں ہے جہاں کیبرے، والز، چاچا وغیرہ کے ساتھ ساتھ وہسکی، بوربن، شیمپین ہی نہیں ملتی بلکہ نیس کیفے اور پولسن کافی کی خوشبو بھی سونگھنے کو مل جاتی ہے۔ اتنی آسیانوں کے باوجود قارئین کا دل شراب کی طرف راغب نہیں ہوتا کیونکہ ان کے محبوب عمران اور فریدی اسے مونہہ لگانا پسند نہیں کرتے اور یہ ہی ابن صفی کی کامیابی ہے کہ جرائم کی دنیا میں بھی وہ قارئین کو قانون کی حدود میں ہی رکھتے ہیں۔۔

نوٹ۔ اگر کبھی ہماری یونی ورسٹیز کو توفیق ہوئی اور ابن صفی پر ڈاکٹریٹ دینے کا خیال آیا تو طالب علموں کو یہ دو موضوعات فوراً دستیاب ہونگے۔۔۔(1) ابن صفی کے کردار۔(2) ابن صفی کی منظر کشی

منظر کشی کا کمال ہی یہ ہے کہ پڑھنے والا اپنے آپ کو اس ماحول اور منظر کا حصہ سمجھنے لگے۔ ورنہ افق پر چاند اور بہتے ہوئے جھرنوں کا ذکر تو عام ہے۔

ہم چونکہ تحقیقاتی کام دلجمعی سے نہیں کر پاتے اس لیئے ابن صفی کے ایسے چاہنے والوں کو جو لکھنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں دعوت دیتے ہیں کہ وہ ابن صفی کی منظر کشی کے حوالے سے ایسے ناول جن کی ایک دو مثال ہم نے دی ہیں، منتخب کر کے باوقاعدہ ناول کے حوالوں کے ساتھ ضبط تحریر میں لائیں۔ ہمیں یقین ہے کہ انہیں اتنا مواد مل جائے گا کہ وہ ایک تحقیقاتی مقالہ لکھ سکتے ہیں۔

اوپر دی ہوئی مثالیں ہم نے دو تین ناولوں سے اپنی یادداشت کے بل بوتے پر پیش کر دی اس لیئے ناول کا نام وغیرہ ہم ان تحقیقاتی تجزیہ نگاروں پر چھوڑتے ہیں جو ہمارے مشورے پر عمل کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ منظر کشی پر ابن صفی نے سنجیدگی سے کبھی کوشش نہیں کی لیکن لگتا یہ ہی ہے کہ یہ منظر کشی ان سے بس سرزد ہو تو گئی لیکن انہوں نے فوراً اس پر بریک لگا دیا کیوں کہ ان کی ساری توجہ کہانی کو دلچسپ، پر تجسس بنانے پر ہوتی تھی لیکن انہوں نے کرداری نگاری میں کوئی کثر نہیں چھوڑی اور کسی بھی کردار کی تخلیق میں اپنا علم، انسانی نفسیات و جبلت کو ضرور پیش نظر رکھا۔ کسی بھی کردار کے منفی یا مثبت پہلو کو اجاگر کرنے میں اس کے ایسا ہونے کی وجہ کو بھی ڈسکس کیا کہ آیا وہ کسی خاص ماحول کے زیر اثر ایسا بن گیا یا اس کی وجہ اس کے ساتھ اس کے اپنوں یا غیروں کا برتاؤ رہا ہے۔

آج ہم عمران، فریدی، حمید جیسے مرکزی کرداروں کی بجائے چاہتے ہیں کہ دوسرے سپورٹنگ کرداروں کے ساتھ ساتھ دو تین منفی کرداروں کی بات کی جائے جیسے عمران کی صلاحیتوں سے پوری طرح فیضیاب ہونے والا کیپٹن فیاض۔ خود غرضی اور نرم دلی کا مجموعہ، جوانی نااہلی اور اپنے عہدے کی

لاج رکھنے کے چکر میں پستا رہتا ہے۔۔اس کے سسر بھی نفسیات کے طالب علموں کے لیئے کافی پرکشش ہیں۔۔زہریلا آدمی اور پرنسز تارا بھی نفرت اور محبت کی انتہا پسندی کی بہترین مثال ہیں۔ ایسے بیسیوں کیریکٹر ہیں جو اپنی اپنی نفسیات کی وجہ سے نفرت کے ساتھ قارئین کی ہمدردی کے مستحق ٹھہرے جیسے "لاش کا بلاوہ" میں عشرت کا باپ یا" سائے کی لاش" کی بیگم تنویر۔ایسے بیسیوں کردار ہیں لیکن ہم چونکہ اختصار کے عادی ہیں اور" مختصر مختصر ان ہی دو صفحات میں مکمل" کے عادی ہیں اس لیئے اتنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ہاں اگر کبھی ہمیں کوئی سیکریٹری میسر آ گیا تو پھر انشا اللہ ان کتابوں کے تمام کرداروں اور مناظر پر سیر حاصل بحث ضرور کریں گے ورنہ تحقیقاتی کام کرنے والے قابل استطاعت مصنفین کو ہماری صلائے عام تو ہے ہی۔۔اس لیئے اجازت لینے سے پہلے دو ایک خصوصی منفی کرداروں کا بھی ذکر کر لیتے ہیں۔۔

ابن صفی نے جہاں ذہنوں سے چپک جانے والے عمران، فریدی، حمید، قاسم، جولیانا، روشی، صفدر وغیرہ دیئے، وہیں ایسے منفی کردار بھی دیئے جن سے اتنی نفرت پیدا ہوتی ہے کہ دل چاہتا ہے ان کا انجام بد سے بدتر ہو اس ہی لیئے جب "اونچا شکار" کے قانوں سے بچ جانے والے مجرم کو فریدی صدر کے باڈی گارڈز کے ذریعے کیفر کردار کو پہنچاتا ہے تو قارئین کا دل چاہتا ہے کہ تالیاں پیٹے۔غیر ملکی ایجنٹ جو ملک کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتے ہیں تو ان کے انجام پر بھی خوشی محسوس کی جاتی ہے لیکن ابن صفی کے دو منفی کردار ایسے بھی ہیں جن کی گرفتاری تو ہر قاری چاہتا ہے لیکن موت نہیں۔۔یہ تھریسیا اور سنگ ہی ہیں جن کے لیئے قارئین ہی نہیں خود عمران کے دل میں بھی نرم گوشہ ہے اور یہ بھی یک طرفہ نہیں کیونکہ یہ دونوں مجرم بھی عمران کو رعایت دیتے رہے ہیں جس کی بہترین مثال وہ سچویشن ہے جب سنگ ہی کے ساتھیوں کے ہاتھوں عمران کی موت کا سن کر وہ صدمے اور غصے میں اپنے ہی

جائیں جس کا حل ابن صفی نے مجبوراً یہ نکالا کہ کہانی کو ایک سے زیادہ حصوں میں پیش کر دیا۔ ان بندشوں کے باوجود ابن صفی نے کبھی کبھی تو ایسی منظر نگاری کی اور وہ بھی اتنے مختصر الفاظ میں کہ صفحات پر صفحات کالے کرنے والے وہ تاثر نہ پیدا کر سکے جو ابن صفی نے چند الفاظ میں پیش کر دیا۔ اس کے لیئے ہمارا تجربہ بھی مستند ہو سکتا ہے کیونکہ ضخیم ناولوں میں ضخامت بڑھانے کے لیے ایسی منظر کشی کی جاتی ہے کہ منظر سے لطف اندوز ہونے کی بجائے صفحات پلٹتے بنتی ہے۔ جبکہ ابن صفی کی پیش کیا ہوا منظر پڑھنے والے کے رگ و پے میں سما جاتا ہے۔ مثلاً۔۔

جھلسانے والی گرمی میں ریت کے طوفان میں گھرے کیپٹن حمید کی پریشانی بیان کرتے ہیں تو قارئین کے پسینے ہی نہیں چھوٹتے بلکہ انہیں اپنی ناک میں ریت کے ذرے بھی گھستے محسوس ہوتے ہیں۔

اٹلی کی برف پوش پہاڑیوں کے موٹیل کی مالکہ جب کیبل کار کر کو دور سے آتا دیکھ کر کافی کا برتن چولھے پر رکھتی ہے تو ہال میں موجود آگ تاپتے ہوئے شکاریوں کے ساتھ ساتھ پڑھنے والوں کے ہاتھ ہی نہیں منجمد ہونے لگتے ہیں بلکہ کافی کی خواہش بھی ہونے لگتی ہے۔

تیز بارش میں برساتی نالوں کی وجہ سے سڑک بند ہو جائے تو ڈاک خانے میں پناہ لینے والوں کی پریشانی اور طوفانی بارش کی اس طرح منظر کشی کرتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے ہم خود پھنسے ہوئے ہیں لیکن وہاں عمران کی موجودگی سے یہ اطمینان بھی رہتا ہے کہ وہ یہاں سے نکلنے کی کوئی نہ کوئی سبیل کر لے گا۔

غرض تیز ہواؤں کے جھکڑ ہوں یا برف باری۔ رات کے اندھیرے میں بارش کے شور کے ساتھ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز ہو یا گاڑی کے پہیئے کے نیچے روڑوں کے کڑکڑانے کی آوازیں، قارئین کو سانس روکنے پر مجبور کر دیتی ہیں اور پڑھنے والا اپنے آپ کو اس ہی ماحول میں محسوس کرتا ہے۔